باب: 02

حضرت ابو بکر صدیقؓ

(Hazrat Abu Bakr Siddiq rza, 573-635 AD)

آپ کا نام عبد اللہ اور کنیت یعنی family name ابو بکر ہے اور اسی کنیت ہی سے آپ مشہور ہیں۔ رسولِ کریمؐ نے آپ کو عتیق (آتشِ دوزخ سے آزاد) کا لقب عطا کیا۔ واقعۂ معراج کے موقع پر جب آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ اس واقعہ کی تصدیق کون کریگا۔؟ تو اس کا جواب ملا۔۔ "الصدیق ابو بکر"۔۔ یوں آپ کو جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے "صدیق" کا title ملا جو کہ بعد میں کنیت کا جزو بن گیا۔ آپ مکہ میں 573ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر، آنحضرتؐ سے تقریباً دو سال کم تھی۔ آپ کا رنگ گورا، بدن چھریرا، پیشانی بلند اور داڑھی کھچڑی تھی۔ آپ درمیانہ قد والے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کا نسلی تعلق، قبیلہ قریش کی شاخ تیم سے ہے۔ آپ کے والد، حضرت عثمان ابو قحافہ جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا، مکہ کے امیر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ والدہ کا نام حضرتہ ام الخیر سلمیٰ ہے۔ آپ کی والدہ نے سنہ 6ھ میں اسلام قبول کیا۔

آپ ہر چند کہ ایک دولتمند باپ کے بیٹے تھے اور اُس عہد کا ماحول بھی بے راہ روی کا شکار تھا مگر آپ ہمیشہ عرب جاہلیت کی تمام اخلاقی بُرائیوں سے دور رہے۔ اُس زمانے میں شراب نوشی عام تھی لیکن آپ نے اسے اپنے اوپر خود سے حرام کر لیا تھا۔ اپنی نیک فطرت اور ہم عمری کے باعث آپ کی، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہی سے گہری دوستی ہو گئی تھی۔

حضرت ابو بکرؓ کی ابتدائی ٹریننگ، شرفائے قریش کے دستور کے مطابق ہوئی اور آپ نے اُس زمانے کے رائج علوم کی نمایاں طور پر تحصیل کی۔ آپ نے شعر و خطابت میں بھی مہارت حاصل کی۔ پیشے کے اعتبار سے آپ تجارت کرتے تھے۔ کپڑے کی تجارت کے سلسلے میں آپ نے شام و یمن کے متعدد سفر کیے۔ حضرتہ خدیجہؓ کی تجارت کے سلسلے میں آنحضرتؐ کے سفر شام میں بھی آپ شریک رہے۔ آنحضرتؐ اور حضرتہ خدیجہؓ کے نکاح کے موقع پر آپ ہی وہ درمیانی شخص تھے جنہوں نے یہ رشتہ کروایا۔

Siddiqui Publications

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ آزاد مردوں میں اسلام قبول کرنے والے پہلے فرد تھے۔ آپ کے اسلام لانے میں سبقت یعنی آپ کی اس taking lead کو اچھی یادگاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کی یہ پیشقدمی دوسروں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئی اور آپ کو دیکھ کر دوسرے بھی اسلام لانے کی جانب مائل ہوئے۔ آپ ہی کی کوششوں سے کئی اکابر صحابہ کرام مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان میں عثمان غنیؓ، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص اور ابو عبیدہؓ بن جراح نمایاں ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد آپ، آنحضرتؐ کے دستِ راست (right hand) بن گئے۔ راہِ خدا میں جان و مال نثار کرنے میں کوئی صحابی آپ سے بازی نہ لے جاسکا۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ کے ہر قول، جیسے رسالت، واقعۂ معراج اور حدیبیہ کے موقعہ پر فیصلۂ رسول کی اصابت (یعنی درست نتیجے پر پہنچنے)، غرض ہر دی ہوئی خبر کی آپ نے کسی جھجک کے بغیر فوراً تصدیق کی۔ آپ کو کبھی کسی خارجی شہادت یعنی physical evidence کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ کی اس صفت کا خود آنحضرتؐ نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا: "۔۔۔ تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا، جب کہ ابو بکر نے بلا کسی تردُّد کے میری تصدیق کی۔۔۔"۔

حضرت ابو بکرؓ اسلام لانے کے بعد سے رحلتِ سرورِ عالمؐ تک، ہر حال میں اور ہر وقت آپؐ کے ساتھ رہے۔ ابو بکرؓ ہمیشہ کفار کے ہر ظلم و جور کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے۔ کفارِ مکہ کے مسلسل انکار اور مسلمانوں پر ان کے تشدد کے نتیجے میں آنحضرتؐ نے جب مدینہ کو ہجرت (migration) کا ارادہ فرمایا تو اپنے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کو رکھا۔ ان حضرات کی پہلی منزل غارِ ثور تھی جہاں وہ تین راتوں کے لیے ٹھہرے۔ اس قیام کے دوران ایک موقع پر جب حضرت ابو بکرؓ کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں کفار آنحضرتؐ تک نہ پہونچ جائیں۔ تو آنحضرتؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو تسلی دی اور انھیں تائید خداوندی کا یقین دلایا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید (سورۃ توبہ، آیت 40) میں موجود ہے۔ مدینہ پہنچنے پر آپ دونوں کی دوسری منزل قبا ہوئی، جہاں دو ہفتہ قیام رہا اور پھر آپ لوگ مدینہ پہنچے۔ آنحضرتؐ نے جب مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو اس کے لیے جو زمین خریدی گئی اس کی رقم حضرت ابو بکرؓ نے ادا کی۔ آپ نے اس مسجد کی تعمیر میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خود مزدوری کی سعادت بھی حاصل کی۔

Siddiqui Publications

ہجرت کے بعد کفارِ عرب کے خلاف بالعموم اور قریش کے خلاف بالخصوص غزوات یعنی battles اور سرایا یعنی armed clashes شروع ہوئے۔ بدر، اُحد، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف وغیرہ تمام معرکوں میں ابو بکرؓ مجاہدانہ شریک ہوئے اور سب میں آپ نے نمایاں اور ممتاز خدمات انجام دیں۔ ان مواقع پر ہر معاملے میں آپ سے مشورہ لیا جاتا اور آپ کے حسن تدبر سے بھی فائدہ اُٹھایا جاتا۔

مکہ سنہ 8ھ میں فتح ہوا۔ اس کے دوسرے سال جب حج کا موقع آیا تو حضرت ابو بکرؓ کی قیادت میں اسلامی طریقے سے پہلا حج ادا کیا گیا اور آپ نے حج کا خطبہ بھی دیا۔ صفر 11ھ (632ء) کی آخری تاریخوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت شروع ہوئی جس کا سلسلہ 13 دن تک جاری رہا۔ ان دنوں جب کمزوری بڑھ گئی تو آپؐ کا مسجد میں آنا اور نماز کی امامت کرنا دشوار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتہ عائشہؓ کو حکم دیا کہ ابو بکر نماز کی امامت کریں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرتؐ کی حیات میں کُل 17 نمازوں کی امامت فرمائی۔

امام بخاریؒ کی روایت کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے دوران جو خطبہ دیا تھا اس میں یہ بھی فرمایا کہ –"۔۔۔ لوگوں میں اپنی صحبت اور مال میں مجھ پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے وہ ابو بکر ہیں۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی اور کو دوست بناتا تو وہ ابو بکر ہوتے۔ اسلام میں بھائی چارہ اور اس کی محبت ہے۔ ہماری مسجد میں جتنی چھوٹی کھڑکیاں اور دروازے ہیں، وہ سب ابو بکر کے دروازے کے علاوہ بند کر دیئے جائیں۔۔۔"۔ اس طور سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کے واضح اشارے دے دیئے تھے کہ آپؐ کے جانشین اور خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہونگے۔

خلافت کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ حضورؐ کے وصال کے موقع پر حضرت عبد اللہؓ ابن عباس وہاں پر موجود لوگوں سے کہنے لگے کہ حضورؐ فرما رہے ہیں۔ "۔۔۔ دوات قلم لاؤ میں تم کو ایسی چیز لکھ دوں گا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہونگے۔۔۔"۔ جس پر حضرت عمرؓ نے کہا"۔۔۔ نہیں اس وقت حضورؐ پر بیماری کی شدت ہو گئی ہے اور وہ بار بار بے ہوش ہو رہے ہیں، تمھارے پاس قرآن ہے تم کو اللہ کی کتاب کافی ہے۔۔۔"۔ اس پر جھگڑا شروع ہو گیا۔ کوئی کہتا قلم دوات لاؤ، رسول اللہؐ لکھ دیں گے۔ کوئی اُسی بات پر زور دیتا جو حضرت عمرؓ نے کہی تھی۔ جب زیادہ شور اٹھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ۔۔۔ تم سب لوگ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔۔۔"۔ اب، بنو عباس کا خیال ہے کہ آنحضرتؐ، بنو عباس کی خلافت

Siddiqui Publications

کے متعلق لکھ رہے تھے، جب کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کا خلافت نامہ تھا۔۔۔۔ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں ایک سے زیادہ موقع پر کہی گئی کئی حدیثیں ملتی ہیں۔ لیکن اس سے متعلق ایک اہم واقعہ بھی موجود ہے۔ تاریخ الخلفاۂ السیوطی میں ہے کہ مسجد کی بنیاد رکھی جانے لگی تو پہلے حضورؐ نے سنگِ بنیاد رکھا، پھر حضرت ابو بکرؓ نے پھر حضرت عمرؓ نے۔ اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" ۔۔۔ هٰٓؤُلَآءِ الْخُلَفَآءَ مِنْ م بَعْدِیْ۔۔۔"، یہ میرے بعد خلفائیں۔

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا آغاز بڑی مشکلات اور بڑے اہم انقلابِ عرب کے ساتھ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت ہوتے ہی بہت سے عرب قبائل اچانک مرتد یعنی faithless ہو گئے۔ دوسری جانب متعدد جھوٹے مدعیانِ نبوت بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بعض قبائل نے زکواۃ دینے سے انکار کر دیا۔ مگر آپ نے ان سب پر بڑے تدبر، عاقبت اندیشی اور مذہبی بصیرت سے قابو حاصل کیا۔

سنہ 8 ھ کی جنگِ موتہ میں دشمن نے کئی گنا فوج اکھٹی کر لی تھی جس کے سبب مسلمانوں کے تین سپہ سالار حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت جعفرؓ اور عبد اللہؓ بن رواحہ یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے تھے۔ جس کے بعد آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا کہ اس کا ضرور بدلہ لیا جائے۔ لیکن اس کی تیاری مکمل نہ ہونے کے سبب اس پر عمل نہ کیا جاسکا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے نہایت مشکل حالات کے باوجود، سب سے پہلے آنحضرتؐ کے اس حکم کی تعمیل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کے صاحبزادے اسامہؓ کی سربراہی میں فوج کو اس مہم پر روانہ کیا۔ 40 دن بعد یہ فوج فاتحانہ لوٹی۔ حضرت ابو بکرؓ نے شہر مدینہ سے نکل کر ان کا استقبال کیا۔ بظاہر ایسے نازک حالات میں حضرت ابو بکرؓ کا اپنی فوج کو یوں روانہ کر دینا مصلحت کے خلاف معلوم ہوتا تھا لیکن اس کا اثر نہایت اچھا پڑا۔ اس سے ایک طرف بیرونی طاقتوں کے دلوں پر خوف بیٹھ گیا تو دوسری طرف اندرونی انقلابی عناصر بھی بہت حد تک بغاوت سے باز رہے۔

موتہ کی مہم کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے جھوٹے مدعیانِ نبوت کی طرف توجہ کی۔ طلیحہ بن خویلد سے نمٹنے کے لیے خالدؓ بن ولید متعین ہوئے۔ مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے حضرت شرجیلؓ کو مقرر کیا۔ مسیلمہ کے 40,000 پیروکار مقابلہ پر اتر آئے تھے۔ چونکہ حضرت خالدؓ بن ولید بھی اپنی مہم سے لوٹ چکے تھے اس لیے انہیں حضرت شرجیلؓ کی مدد کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ جس کے بعد دشمن کو شکستِ فاش ہوئی۔ مسیلمہ کی بیوی، سجاع بھی نبوت کی دعویدار بن گئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے قتل ہونے کے بعد بھاگ گئی۔ تیسرے نبوت کے مدعی ،اسود عنسی کی جماعت خود ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی۔

Siddiqui Publications

ان میں کچھ مرتدین اپنی اپنی جگہ آزاد حکمران بھی بن بیٹھے تھے۔ لہٰذا اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین سے نمٹنے کا قدم اُٹھایا۔ اس کے لیے آپ نے حضرت علاءؓ کو نعمان بن منذر کو کچلنے بحرین اور حضرت حذیفہؓ کو لقیط بن مالک سے نمٹنے عمان روانہ کیا۔ دونوں نے ان لوگوں کو زیر یعنی subdue کر کے انہیں دوبارہ اسلام پر قائم کیا۔

ان سب سے زیادہ اہم اور نازک معاملہ، منکرینِ زکواۃ کا تھا۔ چونکہ یہ لوگ اسلام پر رہتے ہوئے صرف زکواۃ کے منکر تھے، اس لیے ان پر تلوار اُٹھانے کے بارے میں صحابہ نے اختلاف کیا۔ اس موقع پر بھی حضرت ابو بکرؓ نے اپنی دینی بصیرت سے فرمایا"۔۔ خدا کی قسم جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بکری کا ایک بچہ زکواۃ دیتا تھا اگر وہ بھی اس کے دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے مقابلے میں جہاد کروں گا۔۔"۔ آپ کے اس اصرار پر حضرت عمرؓ کو بھی آپ کی اس رائے کا معترف ہونا پڑا کہ: "۔۔ اگر آج انہیں زکواۃ نہ دینے پر چھوڑ دیا جائے تو یہ کل صوم و صلوٰۃ کے بھی منکر ہو جائیں گے۔۔"۔ بہر حال آپ کی اس مستعدی اور استقامت سے تمام منکرینِ زکواۃ درست ہو گئے۔ اس طرح صدیق اکبرؓ کی بصیرت، مفید رائے اور استقلال و استقامت کے سبب اُس وقت کے اٹھنے والے تمام فتنوں نے دَم توڑ دیا اور یوں ہوا جیسے اسلام نے دوبارہ زندگی پائی۔

اندرونی مسائل دور کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے بیرونی دشمنوں کی طرف توجہ کی۔ اُس زمانے میں عرب کا یہ جزیرہ دو بڑی سلطنتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ ایران میں ساسانی اور شام میں رومی۔ یہ دونوں شروع ہی سے عربوں کی دشمن تھیں اور ان کی آزادی چھیننے کے درپے رہتی تھیں۔ اُن دنوں ایران کا حکمران اردیشر تھا اور عراق میں اسی کا مقرر کردہ ایرانی حکمران ہرمز تھا۔ عراق کے عرب قبیلہ وائل کے دو مسلمان سرداروں مثنیٰ اور سوید عجلی نے طے کیا کہ ہرمز پر چڑھائی کی جائے لیکن یہ اتنا آسان نہ تھا۔ چنانچہ مثنیٰ نے جا کر حضرت ابو بکرؓ سے عراق پر باقاعدہ حملہ کی اجازت مانگی اور ساتھ ہی مدد بھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے مثنیٰ کی خواہش کو قبول کیا اور مدد کے لیے خالد بن ولیدؓ کی سربراہی میں فوج کو عراق روانہ کیا۔ ایلہ پہنچ کر خالدؓ بن ولید نے ہرمز کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا"۔۔۔ اسلام قبول کر لو یا جزیہ ادا کرو ورنہ تم کو ایک ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کی اتنی آرزومند ہے کہ جتنی تم زندگی کی تمنا رکھتے ہو۔۔۔"۔ ہرمز نے یہ خط اردیشر کے پاس ایران روانہ کیا اور خود مقابلہ کے لیے نکل پڑا۔ کاظمہ کے مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، اور ہرمز کو شکست ہوئی

اور وہ مارا گیا۔ دوسری طرف اردیشر نے خط پاتے ہی اپنی فوج مدد کے لیے روانہ کر دی۔ راستے میں ہرمز کی شکست کی اطلاع ملی تو ایرانی فوج 'ندار' کے مقام پر رک گئی۔ خالدؓ خود ندار پہنچ گئے۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا اور ایرانیوں نے شکست کھائی۔ اردیشر کو اطلاع ملی تو اس نے دوسری فوج روانہ کی جسے خالدؓ نے اپنی پوری حکمت عملی اور بہتر strategy کے ساتھ انہیں بھی شکست فاش دی۔ یہاں سے واپسی سے قبل خالدؓ بن ولید نے آس پاس کے قبائلی سرداروں سے بھی رابطہ کیا۔ سب ہی صلح اور جزیہ پر آمادہ ہوتے چلے گئے۔ یوں تقریباً تمام جنوبی عراق پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

عرب کے شمالی پڑوس شام پر ہرقل یا Hercules حکمران تھا۔ شام کے لوگ عربوں کو ایرانیوں کی طرح تحقیر کی نگاہ سے تو نہ دیکھتے تھے لیکن دونوں قوموں میں رقابت اور rivalry بہر حال موجود تھی۔ خصوصاً ظہورِ اسلام کے بعد یہ مسلمانوں کے سخت دشمن ہو گئے تھے۔ آنحضرتؐ کے وقت جنگِ موتہ میں ان سے ایک بار ٹکراؤ ہو چکا تھا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے حکومت سنبھالتے ہی اس جنگ کی ناکامی کا بدلہ لے لیا تھا لیکن مسلمانوں کو رومیوں کی طرف سے ابھی پوری طرح اطمینان حاصل نہ ہوا تھا چنانچہ ان سے بھی نمٹنا اہم تھا۔ اسی لیے سنہ 13ھ میں حضرت ابو بکرؓ نے تمام صحابہ سے مشورہ کے بعد شام پر فوج کشی کا فیصلہ کیا۔ اس کے ہر حصہ پر علاحدہ فوجیں روانہ کیں۔ دمشق میں یزید بن سفیان، حمص پر ابو عبیدہ بن جراحؓ، اردن کی طرف شرجیلؓ بن حسنہ اور فلسطین کے لیے عمروؓ بن العاص کو روانہ کیا جن کی مجموعی تعداد کوئی 27,000 تھی۔

ہرقل، حمص میں تھا۔ اس نے کثیر تعداد کے ساتھ دفاع کی۔ اس کثرت کا اندازہ ہوتے ہی حضرت ابو بکرؓ کو اطلاع کی گئی۔ آپ نے خالد بن ولیدؓ کو جو عراق کے معرکوں سے اپس ہو رہے تھے فوراً شام پہنچنے کا حکم دیا۔ وہ پہلے عمرو بن العاصؓ کی مدد کو پہنچے۔ وہاں سے کامیابی کے بعد دمشق میں ابو عبیدہؓ کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ کامل 3 ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا۔

ابھی یہ محاصرہ جاری تھا کہ حضرت ابو بکرؓ بیمار پڑ گئے۔ علالت نے شدت اختیار کی تو تمام بڑے صحابہؓ کو بلوا کر اپنے جانشین کے بارے میں مشورہ کیا۔ اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کا نام تجویز کیا۔ ان میں سے موجود چند صحابہ کرام نے حضرت عمرؓ کی اہلیت کا تو اعتراف کیا مگر ان کی سخت مزاجی کی شکایت بھی کی۔ حضرت ابو بکرؓ

Siddiqui Publications

نے جواب دیا کہ "۔۔جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو وہ نرم ہو جائیں گے۔۔"۔ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ سے وصیت لکھوائی۔ اور حاضرین سے فرمایا کہ "۔۔میں نے اپنے کسی عزیز کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ اُنہیں منتخب کیا جو میرے نزدیک تم سب میں بہتر ہیں۔۔"۔

حضرت ابو بکرؓ، اخلاقِ نبویؐ کی مجسم تصویر تھے لہٰذا کسی کام میں بھی عہدِ نبویؐ سے ذرا بھی تجاوز کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لیے آپ کے زمانے میں جملہ امور، عہدِ رسالتؐ کے نظام پر ہی قائم رہے۔ آپ کا ہمیشہ طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ تمام اہم امور کے لیے اہل الرائے صحابہ کرام سے مشورہ ضرور کرتے تھے۔ یہ مجلسِ مشاورت عام طور پر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، عبد الرحمٰنؓ بن عوف، معاذؓ بن جبل، ابیؓ بن کعب اور زیدؓ بن ثابت پر مشتمل ہوتی۔ حضرت ابو بکرؓ حکام کے انتخاب میں کافی احتیاط برتتے تھے۔ اور حکومت کے عہدوں کے لیے اُن ہی بزرگوں کا انتخاب فرماتے تھے جو رسالتؐ کی درسگاہ کے trained تھے۔

ملک کو جس کی کوئی انتظامی تقسیم نہ تھی، انتظامی سہولت کے خیال سے حضرت ابو بکرؓ نے اسے سات مختلف صوبوں میں تقسیم کیا۔ یہ صوبے، مدینہ، مکہ، طائف، صنعا نجران، حضر موت، بحرین اور دومتہ الجندل تھے۔

عہد صدیقیؓ میں زکواۃ، عشر، جزیہ اور غنیمت کی آمدنی میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن آپ نے کوئی خزانہ قائم نہیں کیا۔ بلکہ حکومتی ضروریات میں صَرف ہونے کے بعد یعنی خرچ کے بعد جو کچھ بچتا وہ سب میں بلا امتیاز تقسیم فرما دیتے۔ آخر وقت میں بیت المال یا State Treasury کی تشکیل تو ہو گئی تھی اور اس کی عمارت بھی بن چکی تھی لیکن رقم جمع ہونے کی نوبت نہ آئی۔

جب مختلف جنگوں میں حفاظ کرام شہید ہوتے رہے تو حضرت عمرؓ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں قرآن کا ایک بڑا حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو قرآن کی تدوین یعنی اسے باقاعدہ کتابی صورت میں لانے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کو پہلے تو عذر ہوا کہ جو کام عہدِ رسالتؐ میں نہیں ہوا وہ میں کیسے کروں۔ لیکن جلد ہی آپ، حضرت عمرؓ کی تجویز کی افادیت کو سمجھ گئے۔ اور پھر فوری اقدامات کر کے قرآن کو مکمل کتابی صورت میں بدل ڈالا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال 21 جمادی الثانی سنہ 13ھ (635ء) کو ہوا اور آپ، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

Siddiqui Publications

یادرہے کہ انبیاء علیہ السلام، معصوم اور صادق ہیں۔ چنانچہ وہ سب ہی صدیق ہیں۔ مگر قرآن میں بی بی مریم کو بھی "صدیق" کہا گیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ غیر نبی بھی۔"صدیق" ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم (سورۃ النساء آیت 69) میں انبیاء کے ساتھ ساتھ، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ذکر کیا ہے۔ یوں "صدیق"، "نبی" کے بعد افضل الناس اور اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا ہے۔ دراصل "صدیق" نبی سے دین کی تعلیم پاتا ہے اور صالحین اس سے دین حاصل کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر "صدیقیت" کو نبوت اور شہادت کی طرح ایک منصب یعنی status اور مقام کے بہ طور فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت مالکؓ بن انس سے روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرتؐ اُحد کی پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ہمراہ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ بھی تھے کہ پہاڑ میں حرکت ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا"۔۔۔ اے اُحد! ٹھہر جا کہ اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔۔۔"۔ ان میں "صدیق"، ابو بکرؓ تھے جب کہ "شہید"، عمرؓ اور عثمانؓ تھے۔

امت محمدیہؐ کا اس بات پر مکمل اجماع یعنی concurrence ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، انبیاء کے بعد۔"افضل الناس" (یعنی لوگوں میں سب سے بہتر) ہیں۔ یوں 1400 برس سے تمام مساجد کے خطیب آپ کو "سَیِّدَنَا اَبَابَکَرْ صِدِّیْقْ اَفْضَلَ النَّاسِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ" کہہ کر ہر جمعہ کے خطبہ میں یاد کرتے ہیں۔

محمدؐ مصطفی کا جانشیں صدیقِ اکبرؓ ہے
بجز پیغمبروں کے سب سے اعلیٰ سب سے برتر ہے
محمدؐ کی نبوت میں نہ شک آیا کبھی ہرگز
وہی اسلام میں سابق وہی رتبہ میں اکبر ہے
اٹھایا صدق نے بارِ نبوت اپنی گردن پر
وہی تو ثانی اثنین اور ہمراہِ پیمبر ہے
خدا نے شان میں صدیقؓ کی اتقیٰ ہے فرمایا
وہ اتقیٰ ہے، وہ عند اللہ اکرم اور بہتر ہے
(بحر العلوم حسرتؔ)

Siddiqui Publications